ط

طالب حسین جعفری، مولانا

تحریکِ پاکستان کے ممتاز رکن تھے۔ طالب حسین جعفری نے تحریکِ پاکستان کے دوران قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام جالندھر کے دور دراز علاقوں میں پہنچایا۔ وہ 1915ء میں حسین پور جالندھر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے چند علماء سے فلسفہ دین کے ساتھ ساتھ فن خطابت کے اسرار و رموز سے بھی آگاہی حاصل کی۔ تکمیل دین کے بعد اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تقسیم ہند سے قبل انہوں نے کامیاب تبلیغی دورے کیے، اور اپنے علاقے میں پوری تندہی اور سرگرمی کے ساتھ مسلم لیگ کی اعانت کی جلسوں کا انعقاد، جلوسوں کی تنظیم اور عوام میں مسلم لیگ کی اعانت کی۔ انہوں نے جلسوں کا انعقاد، جلوسوں کی تنظیم اور عوام میں مسلم لیگ کے پروگرام کی اشاعت کو اپنا فریضہ بنا لیا۔ لکھنؤ ایجی ٹیشن کے دوران کانگریس کے خلاف محاذ کی بڑی کامیابی سے قیادت کی اور قید بھی کاٹی۔

طالب حسین جعفری نے 1953ء میں تحریکِ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور ختمِ نبوت کے موضوع پر تقاریر کیں۔ 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں شہری دفاع کے سلسلے میں مختلف فرائض انجام دیے۔ فروری 1975ء میں تبلیغی دورے کے سلسلے میں حیدر آباد گئے کہ وہیں یکم مارچ 1975ء کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ 2 مارچ کو اپنے رہائشی قصبے پیر محل میں دفن ہوئے۔

طاہر سیف الدین

وہ داؤدی بوہرہ فرقہ کے رہنما تھے، اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چانسلر تھے، قائداعظم محمد علی جناح سیاسی معاملات میں ان سے مشاورت کرتے تھے۔ ان کا پورا نام سیدنا ابومحمد طاہر سیف الدین تھا وہ 4 اگست 1888ء کو بمقام سورت بمبئی میں پیدا ہوئے، والد سیدنا ابوالطیب محمد برہان الدین نے جو بوہرہ فرقہ کے 49 ویں داعی تھے ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ 17 سال کی عمر میں سیف الدین کا لقب ملا، اپنے چچا سیدنا ابوالفضل عبداللہ کے انتقال پر بوہرہ جماعت کے سربراہ بنے۔ 1920ء میں اپنے چچا کے نائب مقرر ہوئے۔

طفیل ہوشیار پوری

طفیل ہوشیار پوری نے قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے فوراً بعد ان الفاظ میں قائداعظم محمد علی جناح کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔ عنوان ہے: ''یہ وقت نہ تھا''

اے قائداعظم پاکستان سے جانے کا یہ وقت نہ تھا
فردوس کے دامن میں راحت فرمانے کا یہ وقت نہ تھا
حالات کا رخ کس جانب ہے حالات کی رو کیا کہتی ہے
کیا اس الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کا یہ وقت نہ تھا؟
منجدھار سے ملت کی کشتی تم ساحل تک تو لے آئے
ساحل پر کشتی چھوڑ کے تنہا جانے کا یہ وقت نہ تھا
دانستہ یا نادانستہ کچھ بھول ہوئی تھی یا ہم سے
ٹھکرا کے چلے ہو جس کے عوض ٹھکرانے کا یہ وقت نہ تھا

دنیا کی نظر ششدر ششدر برہم برہم شیرازہ دل
اے دستِ قضا ایسا صدمہ پہنچانے کا یہ وقت نہ تھا
یہ وقت کے بہتے دریا کی موجوں نے کیوں چپ سادھی ہے
کیا حشر کوئی اٹھے گا حشر اٹھانے کا یہ وقت نہ تھا
ناشاد مسلماں کے دل کو ماحول کے جلتے دامن میں
یہ دکھ سہنے کی تاب نہ تھی یہ غم کھانے کا وقت نہ تھا
احساسِ وفا شرمندہ ہے احساسِ عقیدت نادم ہے
ہم ساتھ تمہارے ہی جاتے مر جانے کا یہ وقت نہ تھا
ظاہر ظاہر باطن باطن یکساں یکساں پیہم پیہم
خوں گشتہ دلوں کی پلکوں پر لہرانے کا یہ وقت نہ تھا
ہر آہ مچلتا شعلہ ہے ہر اشک دہکتا انگارہ
ملت کو درد جدائی سے تڑپانے کا یہ وقت نہ تھا
کجلائی ہوئی غمناک فضا پر سناٹا سا چھایا ہے
اے موت عدم کا افسانہ دہرانے کا یہ وقت نہ تھا
یاد آتا ہے رہ رہ کے ہمیں ایثار ترا اخلاص ترا
یہ دولت قوم کے ہاتھوں سے چھن جانے کا یہ وقت نہ تھا
ناساز ہوائے عالم کا رخ پل میں پلٹ کر رکھ دیتے
دھیاں اس کی طرف اک پل کے لیے بھی لانے کا یہ وقت نہ تھا
زندہ جذبوں زندہ ارمانوں میں جو کروٹ لیتا ہے
اس خون کو ہم گرما دیتے گرمانے کا یہ وقت نہ تھا
رہ اٹی ہوئی ہے کانٹوں سے ہر سمت اندھیرا چھایا ہے
منزل پہ امیرِ منزل کے سو جانے کا یہ وقت نہ تھا

طفیل ہوشیار پوری 14 جولائی 1914ء کو ہوشیار پور میں میاں رحمت علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ انہوں نے منشی فاضل کیا اور پھر صحافت کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ شاعری کی ابتداء لڑکپن میں کی۔ اردو اور پنجابی میں شعر کہے۔

طلائی سکے

قائداعظم محمد علی جناح کے صد سالہ جشن کے موقع پر سٹیٹ بنک آف پاکستان نے 25 دسمبر 1976ء سے اپنے دفاتر کے ذریعے پانچ سو روپے کے سونے کے اور ایک سو روپے کے چاندی کے سکے جاری کیے۔ یہ سکے محدود تعداد میں جاری ہوئے۔ پانچ سو روپے کے سونے کے اور ایک سو روپے کے چاندی کے سکے گول تھے اور ان کا حجم بالترتیب 19 ملی میٹر تھا۔

سونے کے سکے کا وزن 50ء4 گرام اور چاندی کے سکے کا وزن 44ء20 گرام تھا۔

طلباء

فروری 1943ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے اسلامیہ کالج بمبئی کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''ہندو اور مسلمان آپس میں اتفاق کر لیں اور اتفاق کی شکل یہ ہے کہ مسلمانوں کا مطالبہ مان لیا جائے حکومت برطانیہ کہتی ہے کہ ہم ہر اختیار دینے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ کوئی متفقہ مطالبہ پیش ہو۔
> موجودہ تعطل کے ازالے کے لیے حکومت کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس تعطل کو ہندوؤں کی حق شناسی ایک لمحہ میں دور کر سکتی ہے۔ وہ مسلمانوں کا مطالبہ آج مان لیں تعطل دور ہو سکتا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کو طلبا بہت عزیز تھے، اور وہ انہیں تحریکِ پاکستان کی بنیاد سمجھتے تھے اسی بنا پر انہیں معمارِ پاکستان بھی کہا کرتے تھے قائداعظم محمد علی جناح چاہتے تھے کہ مسلمان طلباء زندگی کے ہر شعبے پر چھا جائیں۔ اسی بنا پر انہوں نے طلباء کو اپنی تنظیم قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے مشورے سے 1937ء میں یہ تنظیم معرضِ وجود میں آئی، اور

اس کا نام آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن رکھا گیا اس کے صدر راجا صاحب محمود آباد تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس تنظیم کو مسلم لیگ سے الگ تھلگ رکھا تاکہ ان میں خود اعتمادی پیدا ہو، اور طلباء کا یہ گروپ مسلم لیگ پر ایک پریشر گروپ کی حیثیت سے کام کرتا رہے۔ اسی لیے قائداعظم محمد علی جناح نے 1937ء میں کلکتہ میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی پہلی کانفرنس میں فرمایا تھا:

''آپ مسلم لیگ کا ایک ذیلی ادارہ نہیں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلم لیگ کے ساتھ آپ کا تعاون جاری رہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اس تنظیم کی سرپرستی بھی فرمائی۔

1945ء میں ایک موقع ایسا آیا کہ جب قائداعظم محمد علی جناح نے لیاقت علی خاں کو علی گڑھ بھیجا کہ بھئی یہ ملت اسلامیہ کی موت وزیست کا معاملہ ہے اگر وہ الیکشن ہار گئے تو صدیوں کے لیے غلامی میں گرفتار رہیں گے۔ اس لیے طلباء سے فرمایا:

''آپ میدان عمل میں نکل آئیں اگر آپ لوگوں نے ایک سال کا نقصان بھی اٹھایا تو کوئی بات نہیں یہ غلامی کے مقابلے میں کمتر درجے کی بات ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح جب علی گڑھ تشریف لائے تو ان کی گاڑی کو طلباء کھینچ کر لائے تھے۔ 45-1946ء کے انتخابات میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء نے جو کردار ادا کیا وہ سب کے سامنے ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح اسی بنا پر علی گڑھ یونیورسٹی کو مسلم لیگ کا اسلحہ خانہ کہتے تھے۔ اس یونیورسٹی کے علاوہ دیگر یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلباء نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ جن میں اسلامیہ کالج پشاور، ایڈورڈز کالج پشاور، اسلامیہ کالج لاہور اور سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس سے قبل بھی قائداعظم محمد علی جناح نے متعدد مقامات پر طلبا سے خطاب کیا۔ 1913ء میں لندن میں بھی ہندوستانی طلباء کی تنظیم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''آپ اس طرح تعلیم حاصل کیجیے کہ جب آپ ہندوستان واپس جائیں تو اس ملک کی خدمت بہتر سے بہتر طریقے سے کرسکیں۔''

1920ء میں ناگپور میں سیشن کے موقع پر بھی قائداعظم محمد علی جناح نے گاندھی سے کہا تھا:

''آپ میرے ملک کے نوجوانوں کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کرا کے انہیں سڑکوں پر لانا چاہتے ہیں تو آخر آپ کا مقصد کیا ہے۔ اس سے ملک کی تباہی اور تخریب کا کام تو لیا جا سکتا ہے لیکن کوئی تعمیری صورت سامنے نہیں آسکتی۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے نومبر 1940ء کو مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آج پاکستان میں ہماری وہ منزلِ مقصود ہے، جس کے لیے ہم برسرِ جنگ ہیں، اگر ضرورت پڑی تو اس کے لیے جانوں کی بازی بھی لگا دیں گے۔ اسے سودے بازی کا معاملہ نہ سمجھئے، میں نوجوانانِ ملت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کے لیے کمریں کس لیں اور منزل مقصود تک پہنچنے کی صلاحیتوں کو اجاگر کریں، ہماری امیدیں ملت کے نوجوانوں سے وابستہ ہیں۔''

1941ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے حیدرآباد دکن کا دورہ کیا، اس موقع پر بعض نوجوان طلباء کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے کہا:

س: مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟

ج: جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورے کے مطابق لامحالہ میرا

ذہن خدا اور بندے کے باہمی تعلق اور روابط کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مفید مفہوم باتصور نہیں ہے، میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانینِ اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا معاشی، غرض یہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو، قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لیے حسنِ سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔

س: اس سلسلے میں اشتراکی حکومت وغیرہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: اشتراکیت، بالشویکیت یا دیگر اس قسم کے سیاسی اور معاشی مسلک دراصل اسلام اور اس کے نظامِ سیاست کی غیر مکمل اور بھونڈی سی نقلیں ہیں۔ ان میں اسلامی نظام کے اجزاء کا سارا رابطہ اور تناسب و توازن نہیں پایا جاتا۔

س: ترکی حکومت تو ایک سیکولر اسٹیٹ ہے، کیا اس سے اسلامی حکومت مختلف ہے؟ آپ کا اس باب میں کیا خیال ہے؟

ج: ترکی حکومت پر میرے خیال میں مادی حکومت (سیکولر اسٹیٹ) کی سیاسی اصطلاح اپنے پورے مفہوم میں منطبق نہیں ہوئی، اب رہا اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز سو یہ بالکل واضح ہے۔ اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کے لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی حکومت ہے نہ کسی پارلیمان کی نہ کسی اور شخص کی یا ادارے کی۔ قرآن حکیم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے، اور حکمرانی کے لیے (آپ جس نوعیت کی بھی چاہتے ہوں) بہرحال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔

س: وہ سلطنت ہمیں ہندوؤں سے کس طرح نصیب ہو سکتی ہے؟

ج: مسلم لیگ، اس کی تنظیم، اس کی جدوجہد، اس کا رخ اس کی راہ، سب اس سوال کے جواب ہیں۔

س: جب آپ اسلامی اصولوں کے نصب العین اور طریق کار دونوں میں بہترین اور بدترین حکومت کا یقین رکھتے ہیں اور اجمالاً یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خود مختار علاقے اس لیے مطلوب ہیں کہ وہاں اپنے مذہبی میلانات اور تصوراتِ زندگی کو بلا روک ٹوک بروئے کار اور روبہ ترقی لاسکیں تو پھر اس میں کون سا امر مانع ہے کہ مسلم لیگ زیادہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ اپنی جدوجہد کی مذہبی تعبیر وتشریح کردے؟

س: (وقت یہ ہے کہ) جب اس جدوجہد کو مذہب سے تعبیر کیجیے تو ہمارے علماء کی ایک جماعت بغیر اس بات کو سمجھنے کے کام کی نوعیت، تقسیم عمل اور اس کے اصل حدود کیا ہیں، ان امور کو صرف چند مولویوں کا اجارہ خیال کر لیتی ہے اور (اپنے حلقہ سے باہر) اہلیت و مستعدی کے باوجود مجھ پر یا آپ میں (یعنی کسی اور میں) اس خدمت کے سرانجام دینے کی کوئی صورت نہیں دیکھتی، حالانکہ اس منصب کی بجا آوری کے لیے جن اجتہادی صلاحیتوں کی

ضرورت ہے انہیں میں مولوی صاحبان میں (الا ماشاء اللہ) نہیں پاتا (اور پھر مشکل اندر مشکل یہ کہ) وہ اس مشن کی تکمیل میں دوسروں کی صلاحیتوں سے کام لینے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتے۔''

7 مارچ 1942ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''یاد رکھیے کہ آج جو کچھ بروئے کار لایا جا رہا ہے، کل اس کی باگ ڈور تمہیں سنبھالنی ہوگی، اس لیے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر لیا ہے یا کیا آپ اپنے آپ کو منظّم کر چکے ہیں؟ اور کیا آپ میں اپنی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی صلاحیتیں بیدار ہو چکی ہیں، جو آپ پر عائد ہونے والی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر آگے بڑھیے اور اب کر لیجیے۔ یہی موقع اس کے لیے مناسب ہے اور میں آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے نومبر 1942ء میں مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس جالندھر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''جب تک آپ طالب علم ہیں آپ اپنی کوششوں کو محض تیاری تک محدود رکھیں اور عملی سیاست میں حصہ نہ لیں۔ آپ پر لازم ہے کہ طلبائے ہند کو منظّم کریں اور ان کی ایک مستحکم اور مضبوط جماعت بنائیں تاکہ مسلمانانِ ہند کے حقوق کی کامل حفاظت ہو۔ آپ کو چاہیے کہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی نشو و نما اور ترقی کے لیے لائحہ عمل بنائیں، اور اسے عملی جامہ پہنائیں آپ کا یہ بھی فرض ہے کہ اسلامی تہذیب کو ہر دلعزیز بنانے میں کوشاں رہیں، اور اس امر کی حوصلہ افزائی کریں کہ ہندوستان کے مختلف فرقوں میں باہمی خیر طلبی اور ایک دوسرے کے حق میں نیک نیتی پیدا ہو، اور وہ ایک دوسرے کے حال سے اچھی طرح آگاہ ہوں اور سمجھ لیں کہ ہمارے بھائیوں کی ضروریات اور خواہشیں کیا ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمان طلباء اور عام طور پر مسلمانوں میں عظیم الشان بیداری پیدا ہوگئی ہے ترقی کی ضرورت کا احساس موجود ہے جوش و خروش ہے۔''

مئی 1944ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سیالکوٹ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمہاری طرح اب جوان نہیں، لیکن تمہارے پرشباب جذبات اور جوش و خروش نے مجھے ضرور جوان بنا دیا ہے۔ یہ تمہاری گزشتہ سات سالہ انتھک مساعی کا نتیجہ ہے کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ اب کافی مضبوط ہو گئے ہیں، اور آج ہم یہ دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں کہ ہم میں کوئی فرقہ نہیں۔ اب ایک متحدہ قوم ہیں، اور ایک بھی ایسا مسلمان نہیں جو ہمارے نصب العین سے بے خبر ہو اور تو اور ایک ایک بچہ بھی یہ جان گیا ہے کہ ایک مسلمان کا مقصدِ حیات صرف پاکستان ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم یونیورسٹی یونین کے نوجوانوں کے نام اپنے پیغام میں کہا:

''مسلم لیگ ہندوستان کی کامل آزادی کی طالب ہے۔ ایسی آزادی جو کسی ایک فرقہ کے لیے نہیں بلکہ ان سب قوموں کے لیے ہو، جو اس برصغیر میں آباد ہیں، مسلم لیگ داعی ہے ایک آزاد و خود مختار اسلامی ریاست کی، اور اسلام ہر مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ اس کے لیے اپنا فرض ادا کرے۔ تاریخ کے اس نازک دور میں وہ مقام اور منصب حاصل کرنے کے لیے جو مسلمانوں کی روایات اور ماضی کے ورثہ کے

شایانِ شان ہو جس قدر بھی عظیم قربانیاں کی جائیں کم ہیں، اور بالخصوص اس وقت جب ہولناک جنگ اور خطرناک ترین صورتِ حال درپیش ہے۔ جس سے یقیناً نظامِ عالم بدل جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلم نوجوان جن پر قومی ذمہ داریوں کا بار پڑنے والا ہے نو کروڑ اسلامیانِ ہند کے مستقبل کی تعمیر میں مدد کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 26 ستمبر 1947ء کو ولیکا ٹیکسٹائل ملز کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ تعلیم پر پورا دھیان دیں اپنے آپ کو عمل کے لیے تیار کریں۔ یہ آپ کا پہلا فریضہ ہے کہ آپ کی تعلیم کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ آپ دورِ حاضر کی سیاست کا مطالعہ کریں یہ دیکھیں کہ دنیا کے گرد کیا ہو رہا ہے۔ ہماری قوم کے لیے تعلیم زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دنیا اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے، اگر آپ نے اپنے آپ کو تعلیم یافتہ نہ بنایا تو نہ صرف یہ کہ آپ پیچھے رہ جائیں گے بلکہ خدانخواستہ بالکل ختم ہو جائیں گے۔

تعلیم کی اشاعت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اس مقصد کی خاطر جتنی بھی مصیبتیں جھیلی جائیں کم ہیں۔''

30 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں پاکستان کے ہر باشندے اور بالخصوص اپنے نوجوانوں کو یہ بات اچھی طرح بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ خدمت، ہمت اور برداشت کے سچے جذبے کا مظاہرہ کریں، ایسی شریفانہ اور بلند مثالیں قائم کریں کہ آپ کے ہم عصر اور آنے والی نسلیں آپ کی تقلید کریں۔''

31 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے وفد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان کو اپنے نوجوانوں، بالخصوص طلباء پر بڑا فخر ہے، جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ صف اول میں رہتے ہیں۔''

30 جون 1944ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ضلع جالندھر کے ایک طالب کے نام خط میں فرمایا:

''مجھے خوشی ہے کہ آپ سیاسی معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ خصوصاً پنجاب کے حالات میں، مگر میں آپ کو سختی سے تنبیہ کرتا ہوں کہ آپ اپنی تعلیم سے بے اعتنائی نہ برتیں، جیسا کہ میں نے اکثر اپنی تقریروں میں کہا ہے۔ آپ طالب علمی کے زمانے میں اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ زمانہ آپ کے علم حاصل کرنے کا ہے، اور اس کام میں آپ کو سخت محنت کرنی چاہیے۔ آپ کی تعلیمی زندگی کے یہ چند سال اگر ضائع ہو گئے تو پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

ہمیں اپنی قومی زندگی کے مختلف شعبوں کی تعمیر کرنی ہے، لیکن آپ جیسے نوجوانوں کو سمجھنا چاہیے کہ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جا سکتی۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ بدلتے ہوئے حالات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ سیاسی حالات کا مطالعہ کرنا بھی آپ کی تعلیم کا ایک حصہ ہے۔''

طلبا اور تعلیم (قائداعظم نے کیا سوچا اور کیا کِیا)

یہ کتابچہ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ نے مرتب کیا اور قائداعظم اکیڈمی کراچی نے 1976ء میں اسے زیورِ طباعت سے آراستہ

کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1982ء میں منظرِ عام پر آیا۔

یہ کتاب نوجوان نسل کے قومی شعور کی پختگی اور رہنمائی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب دیگر بڑی بڑی کتب سے کہیں بہتر انداز میں لکھی گئی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے اس وقت کے تعلیمی ماحول کا بھی پتہ چلتا ہے جو قائداعظم محمد علی جناح کے دور میں مختلف تعلیمی اداروں میں تھا۔

طلباء سے لگاؤ

قائداعظم محمد علی جناح طلباء کو معمارِ پاکستان کہتے رہے، سمجھتے رہے اور انہیں اسی لقب سے پکارتے رہے اور قائداعظم محمد علی جناح کو طلباء سے ایک خاص انسیت اور محبت تھی، وہ طلباء کو تحریکِ پاکستان کی بنیاد سمجھتے رہے اسے جسے خام مال کہنا چاہیے وہ کہتے تھے:

''ہمارے طلباء کو فوج میں بھرتی ہونا چاہیے جو بعد میں اچھے جنرل بنیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح طلباء سے کتنا قرب رکھنا چاہتے تھے یہ بھی تاریخی حقیقت ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح جب بھی علی گڑھ تشریف لائے تو ریلوے اسٹیشن سے یونیورسٹی تک طلباء ہی ان کی گاڑی کو کھینچ کر لے جاتے تھے۔

کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی طالب علم قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں حاضر ہوا اور پرچی پر اس نے لکھ دیا کہ وہ طالب علم ہے تو قائداعظم محمد علی جناح فوراً اسے بلوا لیتے اس طرح نوجوان ان سے قریب تر ہوتے چلے گئے۔ 25 دسمبر 1985ء کو جنگ فورم لاہور میں ڈاکٹر ساجد امجد نے یہ واقعہ اس طرح سنایا:

''ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے۔ مسلم اسٹوڈنٹس کے ایک جنرل سیکرٹری تھے انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے ان کی نقل اتاری نہ صرف یہ کہ قائداعظم محمد علی جناح اس نقل سے محظوظ ہوئے بلکہ اپنا چشمہ اور ٹوپی ان کو دے دی کہ آئندہ اس کو پہن کر نقل اتاریں تاکہ اصل سے اور قریب تر ہو جائے، یہ بے تکلفی نوجوان طلباء کے ساتھ رہی بعد میں اس نے بڑا اثر پیدا کیا۔''

طلباء سے محبت

قائداعظم محمد علی جناح کو طلباء اور نوجوانوں سے بے حد محبت تھی۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں جب بھی یہ لوگ قائداعظم محمد علی جناح سے ملنے آتے۔ وہ خوشی خوشی ان سے ملتے، اور نہایت مشفقانہ انداز میں ان کے ہر سوال کا جواب دیتے، اور انہیں سیاست کے بارے میں بہت کچھ بتاتے، وہ ان سے باتیں کرتے ہوئے الجھتے نہیں تھے۔ پاکستان کے بارے میں ہر سوال کا جواب نہایت واضح انداز میں دیتے۔ جب تک طلباء ان کا مؤقف صحیح طور پر سمجھ نہ لیتے تھے، قائداعظم محمد علی جناح ان سے باتیں کرتے رہتے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح طلباء کے ذاتی مسائل میں بے حد دلچسپی لیتے تھے۔ وہ ان کی تعلیمی ضروریات اور مسائل کے بارے میں بھی سوالات کرتے، اور نہایت ہمدردی سے ان کی ہر بات سنتے تھے، یہاں تک پوچھتے تھے کہ ان کے والدین کیا کرتے ہیں، کہاں رہتے ہیں، اور ان کے مالی حالات کیسے ہیں؟ یہ ان کی عام عادت تھی۔ پھر وہ کوشش کرتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان مشکلات کو دور کریں۔

طلباء، علماء اور سیاست دانوں کی فوج

قائداعظم محمد علی جناح نے جہاں سیاسی میدان میں دشمنوں

پر برتری حاصل کی تھی وہاں دفاعی میدان میں بھی انہیں نمایاں کامیابی ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس ضمن میں 50 ہزار طلباء کی فوج ظفر موج تیار کر رکھی تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح کی فوج کا یہ حصہ ان مخلص ترین جاں نثاروں پر مشتمل تھا جو ہر لمحہ حصولِ پاکستان کے لیے مر مٹنے کو تیار رہتے تھے۔

میسرہ

جمعیت علمائے اسلام کے سپرد تھا۔ جس میں علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ابن حسن جارچوی اور ہندوستان کے ہر صوبے کے چند علمائے کرام تحریک کا علم سنبھالے ہوئے تھے۔ ان میں ہر مکتب فکر کے علماء شامل تھے۔

میمنہ

یہ مسلم لیگ کے حوالے تھا جس میں نواب اسماعیل خاں نواب زادہ لیاقت علی خاں، نواب بہادر یار جنگ، مولانا حسرت موہانی، راجہ صاحب محمود آباد، خواجہ ناظم الدین، حسین شہید سہروردی، مرزا ابوالحسن اصفہانی، سردار عبدالرب نشتر، سردار اورنگ زیب، قاضی عیسیٰ، میر جعفر خاں جمالی، حاجی عبداللہ ہارون، غلام حسین ہدایت اللہ، پیر الٰہی بخش، آئی آئی چندریگر، نواب افتخار حسین ممدوٹ، میاں بشیر احمد، میاں امیر الدین، میاں افتخار الدین، میاں ممتاز دولتانہ، چودھری خلیق الزمان، مولانا ظفر علی خاں، حسین امام، بیرسٹر عبدالعزیز، محمد ایوب کھوڑو، عبدالمتین چودھری اور بے شمار مشتاقانِ قائد سینہ سپر تھے۔

قلب

اس میں خود قائداعظم محمد علی جناح تھے، جو آفتابِ سیاست بنے ہوئے تھے۔ ان کی پشت پر دس کروڑ اسلامیانِ ہند دیوانہ وار ان کے پیچھے چل رہے تھے، اور ان کے گرد مسلم لیگ نیشنل گارڈز کے جاں باز سپاہی جو پوری ملت اسلامیہ اور قائداعظم محمد علی جناح کی حفاظت کے لیے آہنی حصار بنے ہوئے تھے۔ ان کی قیادت نواب صدیق علی خاں کر رہے تھے، اور ان سب کی مجموعی قوت قائداعظم محمد علی جناح کے سینے میں سمٹ آئی تھی۔

طلباء ناگپور سے خطاب

قائداعظم محمد علی جناح اپنی سالگرہ کے موقع پر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرنے کے لیے ناگپور پہنچے۔ 26 دسمبر 1941ء کو نوجوانوں کے پرجوش اجتماع سے خطاب کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ناگپور میں آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے پانچویں سالانہ اجلاس میں صدارتی خطاب میں کانگریس اور ہندو مہاسبھا کے درپے، مسلمانوں اور مسلم لیگ کے بارے میں ان کی مخاصمانہ پالیسی پر نکتہ چینی کی، اور مسلمانوں کو متحد و مستحکم رہنے کی تلقین کی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے طلبائے ناگپور سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''میرے نوجوان دوستو! آج آپ اپنی حالت کا مقابلہ صرف تین سال پہلے کی پوزیشن سے کریں۔ پانچ سال پہلے ہماری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ دس برس پہلے آپ بالکل مردہ تھے، اب مسلم لیگ نے آپ کو ایک نصب العین دے دیا ہے، جو ہماری رائے میں آپ کی رہنمائی اس موعودہ وطن کی طرف کرے گی، جہاں ہم اپنا پاکستان قائم کریں گے۔ لوگوں کو جیسے وہ چاہیں باتیں کرتے رہیں، بلاشبہ جو سب سے آخر میں مسکراتا ہے، سب سے اچھا مسکراتا ہے۔''

طلوعِ صبح

یہ 42-1943ء کی بات ہے:

قائداعظم محمد علی جناح کی پوزیشن جنگ عظیم دوم کے بقیہ

سالوں کے دوران خاصی مضبوط رہی، وہ مطالبہ کرتے رہے:

"مسلم لیگ کو گورنمنٹ کی ہر کونسل میں کانگریس کے برابر نمائندگی دی جائے، اور مستقبل کے لیے سمجھوتہ کے فارمولا، میں مسلمانوں کے مطالبہ کو تسلیم کیا جائے۔"

چونکہ کانگریس نے پہلے سے زیادہ مخالفانہ اور عدم تعاون کا رویہ اپنا لیا تھا۔ اس لیے نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت برطانیہ کو ہندوستان پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے مسلمان سپاہیوں اور مسلم لیگی لیڈروں پر پہلے سے زیادہ انحصار کرنا پڑا۔ اس طرح قائداعظم محمد علی جناح کی عظمت لندن کے ساتھ ساتھ دہلی اور شملہ میں بھی نئی بلندیوں کو چھونے لگی۔

جناح اور انگریز ہم آہنگی

وائٹ ہال میں قائداعظم محمد علی جناح کے سیاسی انداز و اطوار کو بھی غلط نہیں سمجھا گیا۔ ایمرے نے ایک رپورٹ میں وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کو لکھا:

"میں نہیں سمجھتا کہ جناح کانگریس سے کم قوم پرست نظر آنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ موجودہ آئین کے تحت آنا پسند نہیں کریں گے۔"

ان دنوں سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان میں آئندہ کے لیے ممکنہ اصلاحات پر کام کر رہا تھا۔ ایمرے نے مزید لکھا:

"اگر وہ رضامند ہو تو میرا خیال ہے آپ اسے بعض سیٹیں دے دیں، تاکہ اس کے آدمی امید کر کے برابر ہو جائیں، اور ایک یا دو نئے ہندو شامل کر لیں، لیکن پھر بھی آپ کی موجودہ انتظامی کونسل میں اکثریت قائم رہنی چاہیے، یا آپ دونوں جماعتوں میں سے سیاسی لیڈروں کو کونسل میں لینے کے خیال کو بالکل ترک کر دیں، میرے خیال میں مسلم لیگ پھر بھی سرکاری طور پر مخالف رہے گی، تاہم عملی طور پر پاکستان کے امکان کی یقینی رعایت کے پیش نظر، جو ہم نے ممکن بنا دی ہے پہلے سے زیادہ تعاون کرے گی۔"

طورخم

قائداعظم محمد علی جناح پہلی مرتبہ طورخم 22 اکتوبر 1936ء کو تشریف لے گئے۔ 9 سال کے بعد 23 نومبر 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پھر طورخم کا دورہ کیا قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے 14 اپریل 1948ء کو طورخم کی سیاحت کی۔

قائداعظم محمد علی جناح جب پہلی بار طورخم گئے تو انہوں نے سرحد کے پھاٹک کے اندر جا کر افغان سپاہی سے ہاتھ ملایا افغان سپاہی جو وہاں پہرے پر متعین تھے، انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ کالا خاں، عبدالعزیز خوش باش، پیر بخش خاں ایڈووکیٹ، محمد یونس خاں، ملک خدا بخش، آغا لعل بادشاہ، حاجی غلام غوث صحرائی اور پہلوان حافظ فضل محمود بھی تھے۔ طورخم کی سیر کے بعد ملک سیدا خاں اور ملک مراد خاں قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے حجرے میں لے گئے۔ لنڈی کوتل کے عوام نے سالم دنبے ذبح کر کے سرخ کیے، اور بڑی پرتکلف دعوت دی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے آفریدیوں کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا۔

طوسی، خواجہ محمد شریف

وہ قائداعظم محمد علی جناح کے سیکرٹری تھے اور تحریکِ پاکستان کے ممتاز کارکن بھی۔ 11 دسمبر 1922ء کو ان کی قائداعظم محمد علی جناح سے پہلی ملاقات ہوئی، خواجہ محمد شریف طوسی 5 جولائی 1900ء کو امرتسر میں خواجہ عبدالرحمٰن طوسی کے ہاں پیدا ہوئے، والدہ کا نام بیگم جان تھا۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی

سے بی اے بی ٹی کی سند حاصل کی۔

محمد شریف طوسی نومبر 1942ء سے مئی 1943ء تک قائداعظم محمد علی جناح کے سیکرٹری رہے۔ انہیں یہ فخر بھی حاصل ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے بغیر کسی ذاتی تعارف کے ان کے ایسٹرن ٹائمز اور دیگر اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین سے متاثر ہو کر ان کے مضامین اپنی کتب India's Problems her future con stiuation میں شامل کیے، اوران کو اپنے پاس بلوا کر ان کے مضامین کے مجموعوں کی دو کتابیں Pakistan of Muslim India (پاکستان اور ہندوستانی مسلمان) اور National conflict in India (ہندوستان میں قومیت کا بحران) تحریر کرائیں، اوران پر اپنے ہاتھوں سے دیباچے لکھے اور گاندھی اور دیگر نامور ہستیوں کو پیش کیں ان کی تیسری کتاب Muslim League and Pakistan Movement (مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان) بھی قائداعظم محمد علی جناح کے فرمان کے مطابق 1943ء میں لکھی، لیکن اس کا مسودہ قائداعظم محمد علی جناح کے پاس پڑا رہا جنہیں اس کام کا موقع ہی نہ ملا۔ بالآخر 14 اگست 1975ء کو اس مسودے کی ایک فوٹو کاپی انہیں مل گئی جسے مزید اضافے کے ساتھ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے 1976ء میں شائع کیا۔ اس کے ساتھ ہی خواجہ محمد شریف طوسی نے نومبر 1922ء سے مئی 1943ء تک اپنی یادداشتوں پر مشتمل ایک کتاب بعنوان My Raminiscences and Quaid-e-Azam لکھی جس کا اردو ترجمہ خواجہ محمد شریف طوسی کے صاحبزادے انجینئر ہارون رشید طوسی نے بعنوان ''قائداعظم کے ساتھ چھ مہینے'' کیا خواجہ محمد شریف طوسی کا انتقال 28 اپریل 1983ء کو پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے قریب ٹریفک کے حادثے میں ہوا۔

طوطی شاہ

طوطی شاہ زیارت ریذیڈنسی کا محافظ تھا۔ طوطی شاہ اس وقت بھی موجود تھا جب قائداعظم محمد علی جناح نے زیارت ریذیڈنسی میں اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے تھے، ریذیڈنسی کی عمارت کی حفاظت کا کام اس کے خاندان کے سپرد انگریزوں کے دور سے چلا آ رہا ہے۔ وہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے لیے عقیدت کے طور پر بابا کا لفظ استعمال کرتا تھا۔

طیب جی، بیگم حاتم بھائی

قائداعظم محمد علی جناح سے ان کی ملاقات اپنے والد مرحوم سر اکبر حیدری کے توسط سے حیدرآباد دکن میں ہوئی تھی، شادی کے بعد وہ بمبئی چلی گئیں تو وہاں بھی انہیں اپنے شوہر کے ہمراہ قائداعظم محمد علی جناح سے بارہا ملنے کا موقع ملا۔ وہ قائداعظم محمد علی جناح کو چچا کہا کرتی تھیں لیکن جب 39-1940ء میں عوام نے انہیں قائداعظم کہنا شروع کیا تو وہ بھی قائداعظم کہنے لگیں۔ قیامِ پاکستان سے پہلے کراچی آ گئیں اور پھر وہیں رہیں۔